۸۔ کرن

ضمیر اظہؔر

پہلی بات : خدا نے سورج، چاند وغیرہ بنائے ہیں۔ہمیں کام کرنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ روشنی ہمیں سورج کی کرنوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی کرنیں زمین پر ہر جگہ پھیل جاتی ہیں۔سورج کی روشنی کئی شکلوں میں ہمارے سامنے آتی ہے۔کہیں شفق،کہیں دھنک اور کہیں چاندنی کی شکل میں۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے سورج کی کرنوں کے رنگ روپ کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔

میں رنگ رؤپ کی رانی
شفق کی بگیا سپنا میرا ، دھنک ہے مری کہانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

ڈار ڈار پر جھؤلا جھؤلوں ، پھؤل پھؤل پر ناچؤں
کلی کلی کا چؤم کے مکھڑا ، جھؤم جھؤم کر ناچؤں
چمن چمن میں گھؤم گھؤم کر سنؤں پون کی بانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

کوَمل تارے موتی میرے ، چاند ہے میری نیّا
جگمگ جگمگ کرنے والا جگنؤ میرا بھیّا
مجھ مَن موہن ، سُندر کی نگری ہے کتنی سُہانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

کنول کنول پر منڈلاتی ہوں جب من کو بہلانے
دیکھ کے اپنے آئینے میں میرے پنکھ سُہانے
چلتے چلتے رُک جائے ندی کا بہتا پانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

جانتی ہوں میں جیوَن میرا ہے اک کچّا موتی
پل دو پل میں مل جائے گی خاک میں جس کی جوتی
پھر بھی مُسکا مُسکا کر جیتی ہوں میں دیوانی
میں رنگ رؤپ کی رانی

خلاصۂ کلام : اس نظم میں سورج کی کرن اپنی خوبیاں بیان کرتی ہوئی کہہ رہی ہے کہ میں روپ کی رانی ہوں۔شفق اور دھنک میرے روپ ہیں۔سورج کی کرنیں سات رنگوں کا مرکب ہوتی ہیں۔اسی لیے شاعر نے اسے روپ کی رانی کہا ہے۔میں باغ میں شاخوں پر جھولا جھولتی ہوں،کلیوں اور پھولوں کا منہ چومتی ہوں،آسمان پر بکھرے ہوئے ستارے میرے موتی ہیں،چاند میری ناؤ ہے اور جگنو میرا بھائی ہے۔میں کنول کے پھول پر منڈلاتی ہوں ۔میرے خوبصورت پروں کو اپنے آئینے میں دیکھ کر ندی کا پانی رُک جاتا ہے۔میری زندگی ایک کچے موتی کی طرح ہے جس کی روشنی جلد ختم ہوجائے گی۔یہ جانتے ہوئے بھی میں ہنسی خوشی زندگی گزارتی ہوں۔

معنی و اشارات

رنگ روپ	خوبصورتی	Appearance, complexion and look
بگیا	باغیچہ	Garden
ڈار	ڈالی	Branch
پون	ہوا	Wind
بانی	آواز	Voice
کومل	نرم	Soft, tender
نیّا	ناؤ	Boat
نگری	بستی،آبادی	Bustee, colony
من موہن	دل پسند	Pleasant, attractive
جوتی	چراغ کی لَو	Flame

مشق

- نظم کرن کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔
  ۱۔ اِس گیت کے کسی بند کو نقل کیجیے۔
  ۲۔ ندی کے چلتے چلتے رک جانے کا سبب لکھیے۔
  ۳۔ چاند کو نیّا اور جگنو کو بھیّا کہنے کا سبب لکھیے۔
  ۴۔ رنگ روپ کی رانی کے ذریعے انسان کو کی گئی نصیحت کو واضح کیجیے۔
- نظم 'کرن' سے ہندی کے الفاظ الگ کرکے اُن کے اُردو ہم معنی الفاظ لکھیے۔
- گیت کے قافیوں کی فہرست بنائیے۔
- اس گیت کے معنی و اشارات سے پانچ الفاظ منتخب کرکے اُنھیں حروفِ تہجی کی ترتیب میں لکھیے۔

7M28K9

۹۔ غزلیات

غزل شاعری کی اُس مقبول ترین صنف کو کہتے ہیں جس میں نظم کی طرح شروع سے آخر تک ایک ہی خیال نہیں ہوتا بلکہ ہر شعر کا مضمون الگ ہوتا ہے۔ غزل میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم پانچ اشعار کی پابندی کی جاتی ہے۔ غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے جسے مطلع کہتے ہیں۔ قافیے کے بعد لفظ یا الفاظ کا جو مجموعہ ہوتا ہے اسے ردیف کہا جاتا ہے۔ غزل میں ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ ردیف بھی لائی جاتی ہے۔ عام طور پر آخری شعر میں شاعر کا تخلص ہوتا ہے۔ اس آخری شعر کو مقطع کہتے ہیں۔

غزل - ذوقؔ دہلوی

جان پہچان : شیخ محمد ابراہیم ذوقؔ ۱۷۹۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے استاد تھے۔ بادشاہ نے انھیں 'ملک الشعرا' اور 'خاقانی ہند' کے خطابات سے نوازا تھا۔ ذوقؔ بنیادی طور پر قصیدے کے شاعر ہیں۔ سوؔدا کے بعد وہ اُردو کے سب سے بڑے قصیدہ نگار مانے جاتے ہیں۔ ۱۸۵۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اسے ہم نے بہت ڈھونڈا ، نہ پایا　　اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا
مقدّر ہی سے گر سوُد و زیاں ہیں　　تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے　　نکل جاتے مگر رَستا نہ پایا
کبھی توُ اور کبھی تیرا رہا غم　　غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا
نظیر اس کا کہاں عالم میں اے ذوقؔ
کوئی ایسا نہ پائے گا ، نہ پایا

معنی و اشارات

مقدر - قسمت - Fate
سودوزیاں - نفع اور نقصان - Profit and loss
فلک - آسمان - Sky
دلِ شیدا - چاہنے والا دل - Lover
نظیر - مثال - Same, match

مشق

- اس غزل کا مطلع تلاش کر کے لکھیے۔
- یہ شعر کس صنعت کا ہے؟

  مقدر ہی سے گر سود و زیاں ہیں
  تو ہم نے کچھ یہاں کھویا نہ پایا
- اس غزل کی ردیف لکھیے۔
- شاعر کا دِل کبھی خالی نہ رہا۔ وجہ لکھیے۔
- ”بہت ڈھونڈا، نہ پایا“ سے مراد ....
- ستون 'الف' کے الفاظ کے معنی ستون 'ب' میں دیے ہوئے ہیں۔ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون الف : الفاظ	ستون ب : معنی
کھوج	مثال
مقدر	دنیا
فلک	قسمت
نظیر	تلاش
عالم	آسمان

غزل - مومن خان مومنؔ

جان پہچان : مومن خان مومنؔ دہلی میں ۱۸۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی تھی۔ ریاضی، علم نجوم اور موسیقی کے علاوہ علم طب کی باضابطہ تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا شعری سرمایہ غزلوں، مثنویوں اور قصیدوں پر مشتمل ہے لیکن انھوں نے کبھی بادشاہوں کی شان میں قصیدے نہیں لکھے۔ ان کی شاعری میں جذبات کی اصلیت اور صنائع بدائع کا استعمال زیادہ نظر آتا ہے۔ ۱۴ر مئی ۱۸۵۱ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو
عذر کچھ چاہیے ستانے کو

سنگِ در سے ترے نکالی آگ
ہم نے دشمن کا گھر جلانے کو

برق کا آسمان پر ہے دماغ
پھونک کر میرے آشیانے کو

کوئی دن ہم جہاں میں بیٹھے ہیں
آسماں کے ستم اُٹھانے کو

چل کے کعبے میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

معنی و اشارات

عذر	-	حیلہ، بہانہ	Excuse
سنگِ در	-	دہلیز کا پتھر	Stone of threshold
دماغ آسمان پر ہونا	-	مغرور ہونا، خود پسند ہونا	Be adamant
کوئی دن	-	کچھ دن	Certain days
ستم اُٹھانا	-	ظلم برداشت کرنا	Tolerate injustice
آستانہ	-	چوکھٹ، درگاہ، بارگاہ	Mystic's hospice or residence (of a saint)

مشق

- درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔

ہم سمجھتے ہیں آزمانے کو
عذر کچھ چاہیے ستانے کو
چل کے کعبے میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

- اس غزل میں جو شعر آپ کو زیادہ پسند ہے اس کی تشریح کیجیے۔
- مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
عذر	آسمان پر
سمجھ	گھر جلانے کو
آگ	ستانے کو
برق	آزمانے کو

- 'برق کا آسماں پر ہے دماغ' اس مصرعے سے ایک محاورہ بنائیے۔
- درج ذیل شعر غزل کا .... ہے۔

چل کے کعبے میں سجدہ کر مومنؔ
چھوڑ اس بُت کے آستانے کو

- اس غزل کے قافیے لکھیے۔
- معنی لکھیے :

۱) برق ۲) آشیانہ

- شعر کو نثر میں لکھیے۔

کوئی دن ہم جہاں میں بیٹھے ہیں
آسماں کے ستم اُٹھانے کو

آیئے، کچھ کریں :

- مومنؔ جن علوم میں ماہر تھے، ان پر انٹرنیٹ کی مدد سے ایک نوٹ تیار کیجیے/مضمون لکھیے۔
- مومنؔ کے تین ہم عصر شعرا کے نام تلاش کیجیے اور ان کی تین غزلیں شعرا کے نام کے ساتھ جمع کیجیے۔
- مومنؔ نے علمِ طب اور علمِ موسیقی سے بھی خود کو متعلق رکھا۔ ان دونوں علوم کی پانچ پانچ اصطلاحیں تلاش کر کے اپنی بیاض میں لکھیے۔
- مومنؔ کی غزل کے ہم قافیہ الفاظ کو جمع کیجیے اور اس فہرست میں پانچ کا اضافہ اپنی جانب سے کیجیے۔

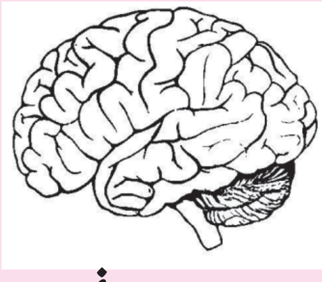

ہمارا دماغ

انسانی دماغ ایک سیکنڈ میں ۸۰۰ یادداشتیں ریکارڈ کر لیتا ہے اور اوسطاً ۷۵ سال تک برابر یہ کام جاری رکھ سکتا ہے۔ ہمارے دماغ کی مستقل فائل میں ہر چیز ہر وقت موجود رہتی ہے۔

اگر ایک ایسا کمپیوٹر بنایا جائے جس کے امکانات انسانی دماغ کے برابر ہوں تو اس کا انفراسٹرکچر (ساخت) اتنا بڑا بنانا ہوگا کہ وہ 'ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ' جیسی عمارت کو گھیرے گا۔ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ نیویارک میں ہے۔ اس کی ۱۰۲/ منزلیں ہیں اور اونچائی ۱۲۵۰/ فٹ ہے۔ ایسا کمپیوٹر اگر بنایا جا سکے تو اس کو چلانے کے لیے ایک ارب واٹ برقی توانائی درکار ہوگی۔

دماغ کے ایک لاکھ ملین نیوران (عصبی خلیات) جس طرح متحدہ طور پر کام کرتے ہیں اور ایک لمحے میں اشیا کے مابین تمیز کر لیتے ہیں، ایسی حیرت ناک کارکردگی کے اعتبار سے ایک فردِ واحد کا دماغ دنیا کی تمام مشینوں اور تمام کمپیوٹروں پر بھاری ہے۔

وزن کے لحاظ سے مردوں کا دماغ خواتین کی نسبت ۱۰ فیصد زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ بڑے دماغ کے باعث مرد زیادہ ذہین تو نہیں ہوتے، بس اس قابل ہو جاتے ہیں کہ جسمانی کام بہتر طور پر کر سکیں۔

غزل - خلیل الرحمٰن اعظمی

جان پہچان : خلیل الرحمٰن اعظمی سرائے میر، ضلع اعظم گڑھ میں ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی۔ ایم اے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد وہیں شعبۂ اُردو سے وابستہ ہوگئے۔ اُردو میں 'ترقی پسند تحریک'، 'مضامینِ نو' اور 'فکر و فن' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ خلیل الرحمٰن نے غزلوں میں ذاتی احساسات کے ساتھ اپنے زمانے کے دکھ درد کو پُر اثر انداز میں بیان کیا ہے۔ طویل بیماری کے بعد علی گڑھ ہی میں ۱۹۷۸ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا

اپنا مقدّر تھا یہی اے منبعِ آسودگی
بس تشنگی ، بس تشنگی ، گو پاس تھا دریا ترا

اِس گام سے اُس گام تک ، زنجیرِ غم کے فاصلے
منزل تو کیا ہم کو ملے ، چلتا رہے رَستا تیرا

تو کون تھا ، کیا نام تھا ، تجھ سے ہمیں کیا کام تھا
ہے پردۂ دل پر ابھی دھندلا سا اک چہرہ ترا

سوٗرج ہے گو نامہرباں ، ہے سر پہ نیلا سائباں
اے آسماں ! اے آسماں ! دائم رہے سایہ ترا

معنی و اشارات

منبعِ آسودگی	خوشحالی دینے - Source of prosperity	گام	قدم - Foot, step
تشنگی	پیاس - Thirst, desire	دائم	ہمیشہ باقی - Ever lasting, permanent

مشق

❂ درج ذیل میں 'قافیہ' کی جوڑی دی گئی ہے۔ غزل کی روشنی میں غلط جوڑی پہچان کر لکھیے۔

۱) نغمہ - رتبہ ۲) دریا - رَستا ۳) چہرہ - سایہ

❂ درج ذیل شعر کی صنعت لکھیے۔

ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا

❂ 'سورج ہے گو نامہرباں ، ہے سر پہ نیلا آسماں' اس مصرع کی وضاحت کیجیے۔

❂ غزل کا وہ شعر لکھیے جس سے مایوسی جھلکتی ہو۔

❂ اِن اشعار میں بیان کردہ صحیح جذبات و کیفیات پہچانیے۔

ہم بانسری پر موت کی گاتے رہے نغمہ ترا
اے زندگی ! اے زندگی ! رتبہ رہے بالا ترا
(حوصلہ / بزدلی / نفرت)

اپنا مقدر تھا یہی اے منبعِ آسودگی
بس تشنگی ، بس تشنگی ، گو پاس تھا دریا ترا
(محرومی / خوشی / آزادی)

غزل - شکیبؔ جلالی

جان پہچان: شکیبؔ جلالی یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء کو پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سیّد حسن رضوی تھا۔ ان کے آبا و اجداد علی گڑھ کے نزدیک قصبہ جلالی کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ۱۹۴۷ء میں جب وہ محض پندرہ برس کے تھے، غزل گوئی کا آغاز کیا۔ وہ جدید اُردو غزل کے اہم شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے وہ ۳۲ سال کی قلیل عمر میں ۱۲ر نومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال کر گئے۔ ان کا شعری مجموعہ 'روشنی اے روشنی' ان کے انتقال کے بعد ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔

جہاں تلک بھی یہ صحرا دِکھائی دیتا ہے
مری طرح سے اکیلا دِکھائی دیتا ہے

نہ اتنی تیز چلے سرپھری ہَوا سے کہو
شجر پہ ایک ہی پتّا دِکھائی دیتا ہے

بُرا نہ مانیے لوگوں کی عَیب جوئی کا
انھیں تو دن کا بھی سایہ دِکھائی دیتا ہے

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دِکھائی دیتا ہے

وہیں پہنچ کے گرائیں گے بادباں اب تو
وہ دُور کوئی جزیرہ دِکھائی دیتا ہے

معنی و اشارات

تلک	–	تک	Till, untill
سرپھری	–	پاگل	Unmanageable, mad
عیب جوئی	–	خرابی تلاش کرنا	Picking out faults
دشت	–	جنگل	Desert, forest
بادبان	–	وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار کو بڑھانے اور اس کا رُخ موڑنے کے لیے لگاتے ہیں	Sail

مشق

❂ دیے ہوئے الفاظ کے ہم معنی لفظ لغت سے تلاش کیجیے۔

صحرا ، شجر ، سایہ ، جزیرہ

❂ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

یہ ایک ابر کا ٹکڑا کہاں کہاں برسے
تمام دشت ہی پیاسا دِکھائی دیتا ہے

❂ دیے ہوئے الفاظ کی جمع لکھیے۔

شجر ، پتّا ، جزیرہ ، عیب

❂ غزل کے مطابق مناسب جوڑیاں لگائیے۔

۱۔ بُرا نہ مانیے	۱۔ پیاسا دِکھائی دیتا ہے
۲۔ یہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے	۲۔ اکیلا دِکھائی دیتا ہے
۳۔ وہ دور کوئی	۳۔ کہاں کہاں برسے
۴۔ میری طرح سے	۴۔ لوگوں کی عیب جوئی کا
۵۔ تمام دشت ہی	۵۔ جزیرہ دِکھائی دیتا ہے

غزل - عبدالاحد ساز

جان پہچان : عبدالاحد ساز ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۰ءکوممبئی میں پیدا ہوئے۔ممبئی یونیورسٹی سے بی۔کام کیا۔ پیشے سے تاجر ہیں۔طالب علمی کے زمانے سے شعرگوئی کا شوق رہا ہے۔'خموشی بول اُٹھی، سرگوشیاں زمانوں کی' اور'در کھلے پچھلے پہر' ان کے شعری مجموعے ہیں۔مہاراشٹر راجیہ ساہتیہ اکیڈمی کے علاوہ کئی ریاستی اکیڈمیوں نے انعامات سے نوازا ہے۔

خود کو اوروں کی توجّہ کا تماشا نہ کرو
آئینہ دیکھ لو ، احباب سے پوچھا نہ کرو

وہ جِلائیں گے تمھیں ، شرط بس اتنی ہے کہ تم
صرف جیتے رہو ، جینے کی تمنّا نہ کرو

چارہ گر ! چھوڑ بھی دو اپنے مرض پر ہم کو
تم کو اچّھا جو نہ کرنا ہے تو اچّھا نہ کرو

جانے کب کوئی ہَوا آ کے گِرا دے اِن کو
طائرو ! ٹوٹتی شاخوں پہ بسیرا نہ کرو

شعر اچھّے بھی کہو ، سچ بھی کہو ، کم بھی کہو
درد کی دولتِ نایاب کو رُسوا نہ کرو

7MB7LH

معنی واشارات

احباب	-	حبیب کی جمع، دوست	Friends
جِلانا	-	زندہ کرنا	Bring back to life
شرط	-	ضروری	Necessary, condition
چارہ گر	-	علاج کرنے والا	One who finds remedy or cure
نایاب	-	قیمتی	Precious
رُسوا	-	بےعزّت	Dishonoured

مشق

❂ وجوہات لکھیے۔

ا۔ شاعر جینے کی تمنا نہ کرنے کی تلقین کررہا ہے۔

۲۔ پرندوں کو شاخوں پر بسیرا کرنے سے منع کررہا ہے۔

❂ خالی جگہ پُر کیجیے۔

ا۔ آئینہ دیکھ لو، ....سے پوچھا نہ کرو

۲۔ درد کی ....کو رسوا نہ کرو

❂ مصرعوں کی صحیح جوڑیاں لگایئے۔

چارہ گر ! چھوڑ بھی دو اپنے مرض پر ہم کو
جانے کب کوئی ہوا آ کے گرا دے اِن کو
وہ جِلائیں گے تمھیں ، شرط بس اتنی ہے کہ تم
طائرو ! ٹوٹتی شاخوں پہ بسیرا نہ کرو
تم کو اچھا جو نہ کرنا ہے تو اچھا نہ کرو
صرف جیتے رہو ، جینے کی تمنا نہ کرو

۱۰۔ رباعیات

پہلی بات : کسی مخصوص موضوع پر مسلسل اشعار کے مجموعے کو نظم کہتے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو مصرعوں یا اشعار کی تعداد کے مطابق پہچانی جاتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ چار مصرعوں اور ایک خاص وزن و بحر میں ادا کیے گئے شاعرانہ خیال کو **رباعی** کہتے ہیں۔ اکثر اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔ (کبھی کبھی چاروں مصرعوں میں بھی قافیے استعمال کیے جاتے ہیں۔) رباعی میں شاعر جو کچھ کہنا چاہتا ہے اس کا خیال پہلے مصرعے سے ترقی کرتے ہوئے چوتھے مصرع میں اپنے عروج پر پہنچتا ہے۔ یہ مصرع بہت متاثر کرنے والا ہوتا ہے۔ شاعر اس میں رباعی کے بہت وسیع خیال کو ایک نقطے پر مرکوز کر دیتا ہے اس لیے یہ مصرع بڑے خوب صورت اور چونکانے والے انداز میں شاعر کی بات کو مکمل کرتا ہے۔

تمام بڑے اور اہم شعرا کے کلام میں رباعیاں ملتی ہیں۔ میرؔ و سوداؔ، انیسؔ و دبیرؔ، غالبؔ و ذوقؔ، اکبرؔ و رواںؔ، جوشؔ و فراقؔ، امجدؔ و یگانہؔ سب نے رباعیاں کہی ہیں۔

تلوک چند محرومؔ

جان پہچان : تلوک چند محرومؔ یکم جولائی ۱۸۸۷ء کو گوجراں والا (پاکستان) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں بھارت آئے اور دلّی میں رہنے لگے۔ ان کے کلام میں اخلاقی مضامین کثرت سے ملتے ہیں۔ 'گنجِ معانی، رباعیاتِ محرومؔ، کاروانِ وطن' وغیرہ ان کی شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۶/ جنوری ۱۹۶۶ء کو دلّی میں ان کا انتقال ہوا۔

مذہب کی زبان پر ہے نکوئی کا پیام
حسنِ عمل اور راست گوئی کا پیام
مذہب کے نام پر لڑائی کیسی
مذہب دیتا ہے صلح جوئی کا پیام

امجدؔ حیدرآبادی

جان پہچان : امجدؔ حیدرآبادی کا اصل نام سیّد احمد حسین تھا۔ وہ ۱۸۸۶ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم مدرسۂ نظامیہ سے حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ مدرّس ہوئے اور ترقی کرتے کرتے صدر محاسب کے دفتر میں ملازم ہوگئے۔ وہ نہایت صوفی مزاج تھے۔ انھوں نے رباعی کے فن میں نام کمایا۔ ان کی رباعیوں کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ موسیٰ ندی کی طغیانی میں ان کا گھر، ماں اور والدہ سب غرق ہوگئے تھے۔ اسی کا غم انھیں آخری عمر تک کھائے جاتا رہا۔ ۱۹۶۱ء میں حیدرآباد ہی میں ان کا انتقال ہوا۔

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے
مانندِ حَباب اُبھر کے اِتراتا ہے
کرتے ہیں ذرا سی بات پر فخر خسیس
تنکا تھوڑی ہوا سے اُڑ جاتا ہے

فانؔی بدایونی

جان پہچان : فانؔی بدایونی کا اصل نام شوکت علی خاں تھا۔ وہ بدایوں کے اسلام نگر میں ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ انٹرنس تک کی ابتدائی تعلیم انھوں نے بدایوں میں حاصل کی۔ علی گڑھ کالج سے ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی مگر وکالت کے پیشے میں ان کا دل نہیں لگا۔ فانؔی کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کی بیشتر زندگی پریشانیوں میں گزری اس لیے ان کی شاعری میں یاس کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ 'باقیاتِ فانؔی' کے نام سے ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد میں ان کا انتقال ہو گیا۔

تکمیلِ بشر نہیں ہے سُلطاں ہونا — یا صف میں فرشتوں کی نُمایاں ہونا
تکمیل ہے عجز بندگی کا احساس — انسان کی معراج ہے انساں ہونا

سہیلؔ مالیگانوی

جان پہچان : عبدالغفور دین محمد سہیلؔ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ وہ فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے محققین فارسی کے مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے ان سے ملنے آتے۔ طبابت اور تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے۔ نظم اور غزل سے زیادہ رباعیات سے لگاؤ تھا۔ شاعری میں ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ 'سفینہ، درد و فغاں' اور 'درد و داغ' ان کے شاعری کے مجموعے ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں انھوں نے وفات پائی۔

رَستے سے ہمالہ کو ہٹائے گا ضرور — منزل کی طرف قدم بڑھائے گا ضرور
یہ خاک کا پُتلا بھی بڑا ضدّی ہے — آندھی میں چراغ اپنا جلائے گا ضرور

معنی و اشارات

نکوئی	-	نیکی	Virtue, goodness
حسنِ عمل	-	عمل کی خوبی	Excellence of deed
راست گوئی	-	سچ کہنا	Veracity
کم ظرف	-	نالائق، کمینہ	Low-spirited
مانندِ حباب	-	بلبلے کی طرح	Like a bubble
صلح جوئی	-	امن پسندی	Peace loving
خسیس	-	بہت کنجوس	Miser, ungenerous
بشر	-	انسان	Human being

تکمیلِ بشر	-	انسان کا عروج	Pinnacle of humanity
سلطاں	-	بادشاہ	King
صف	-	قطار	Queue, line
عجزِ بندگی	-	کمتر بندہ ہونا	Humbleness
معراج	-	بلندی، عروج	Pinnacle
خاک کا پتلا	-	مرادانسان	Human being
آندھی میں چراغ جلانا	-	ناممکن کام کرنا	Attempt the impossible

مشق

رباعی ۱ :

❂ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
زبان	صلح جوئی کا پیام
حسنِ عمل	نکوئی کا پیام
مذہب	راست گوئی کا پیام

❂ مذہب کے بارے میں آپ کے اپنے خیالات لکھیے۔

رباعی ۲ :

❂ رباعی سے وہ مصرع تلاش کر کے لکھیے جس میں دو ہم معنی الفاظ آئے ہیں۔

❂ ہم معنی الفاظ لکھیے۔

زر	حباب	خسیس	کم ظرف
....	....	....	....

❂ اس رباعی کے قافیے لکھیے۔

❂ رباعی کا مطلب لکھیے۔

رباعی ۳ :

❂ صحیح متبادل سے خالی جگہ پُر کیجیے۔

۱۔ فرشتوں کی صف میں نمایاں ہونا ....

(الف) تکمیلِ بشر نہیں

(ب) معراجِ بندگی نہیں

(ج) عجزِ بندگی نہیں

۲۔ انسان کی معراج ہے ....

(الف) سلطان ہونا

(ب) فرشتہ ہونا

(ج) انسان ہونا

❂ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۱۔ تکمیلِ بشر

۲۔ انسان کی معراج

❂ ذیل کے لفظوں کے معنی لکھیے۔

بشر	بندگی	صف	عجز	معراج
....	....	....	....	....

❂ رباعی کا مطلب لکھیے۔

رباعی ۴ :

❂ خاک کا پتلا کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

❂ اس رباعی کے تینوں قافیے اور ردیف لکھیے۔

❂ شعر کی تشریح کیجیے۔

یہ خاک کا پتلا بھی بڑا ضدی ہے
آندھی میں چراغ اپنا جلائے گا ضرور

7MK3NJ